www.neweramagazine.com
حسن کو لاجواب ہونا تھا
از حجاب فاطمہ
New Era Magazine

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسن کو لاجواب ہونا تھا

از حجاب فاطمہ

حجاب فاطمہ نے یہ ناول (حسن کو لاجواب ہونا تھا) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (حسن کو لاجواب ہونا تھا) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

****

سفینہ کا اٹھارواں برتھ ڈے تھا۔ وہ اپنی کچھ فرینڈز کے ساتھ گیلیکسی ہائیٹس میں لنچ کر رہی تھی۔ لائٹ براون گاون کے اوپر پرنٹڈ سٹولر سے خود کو ڈھانپے اسکا چہرہ بہت معصوم لگ رہا تھا۔ جب وہ ہنستی تھی تو اسکے دائیں گال پر ڈمپل پڑتا تھا۔ دودھ جیسے سفید ہاتھ اور مخروطی انگلیوں کو بات کرنے کے دوران جب وہ اشارے کرنے میں استعمال کرتی تھی تو وہاں بیٹھے شخص کا دل انہیں چھونے کو کرتا تھا۔ اسکا چہرہ میک اپ سے عاری تھا۔ سفید چہرے پر آنکھ کے پاس ایک تل تھا۔ مصطفیٰ کو لگا اس کے حسن کو چار چاند اسکی معصومیت نے لگا رکھا تھا۔ وہ کھانے میں اتنی مصروف تھی کہ اسے اندازہ ہی نہیں ہوا کہ اسکا پاکیزہ وجود کسی کے دل میں گھر کر گیا ہے۔

"ایکسکیوز می۔ بل لا دیں"۔ کھانے کے بعد اس نے ویٹر کو آواز دی۔

"میم بل تو پے ہو گیا ہے آپکا"۔

"پے ہو گیا؟ مگر ہم نے تو نہیں کیا"۔ وہ حیران ہوئی تھی۔

"یس میم وہاں اس ٹیبل پر جو لوگ بیٹھے تھے انہوں نے پے کر دیا اور یہ کاڈ بھیجا ہے آپ کے لئے"۔ ویٹر اسے برتھ ڈے کارڈ دیکر چلا گیا۔ وہ الجھ کر رہ گئی کہ کس نے بھیجا ہے۔

دودن بعد وہ باباکے ساتھ شاپنگ کر رہی تھی جب ایک عورت انکے پاس آئی تھی۔ سفینہ چونکہ اپنے لیئے ڈریس پسند کرنے میں مصروف تھی سو اسے پتا ہی نہ چلا کہ وہ باباسے کیا بات کر کے گئی ہیں۔

ایک ہفتے بعد وہی خاتون کچھ مہمانوں کے ساتھ گھر آئی تھیں۔ پہلے تو اسے حیرت ہوئی کہ وہ اس عورت کو نہیں جانتی تھی۔ وہ انکی رشتے دار نہیں تھی۔ پھر جب وہ اسکے ہاتھ پر پیسے رکھ کر اسے پیار کرنے لگیں تو اسے ایک عجیب سا احساس ہوا۔

"ابھی تک جاگ رہی ہے میری گڑیا"۔ رات کو بابا اسکے پاس آئے تھے۔

"جی بابا۔ ایک اسائنمنٹ بنا رہی تھی"۔ وہ چیزیں سمیٹتے ہوئے بیڈ پر انکے لئے جگہ بنانے لگی۔

"بنالی؟" بابانے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"جی بابا۔ آپ نے دوالی؟" کسی خیال کے تحت اس نے پوچھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ایک بات کرنی تھی"۔ کچھ لمحوں کے توقف سے بابا بولے۔

"کہیئے نا بابا"۔ وہ اب انکا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔

"آج جو لوگ آئے تھے وہ تمہارے رشتے کے لئے آئے تھے۔ مصطفیٰ نام ہے لڑکے کا۔ وہ چھبیس سال کا۔ اپنا کاروبار ہے۔ میں پرسنلی جانتا ہوں اسے۔ بہت اچھا ہے۔ تمہیں بہت خوش رکھے گا۔

ہوٹل میں دیکھا تھا اس نے تمہیں۔اسکی مدر بھی ساتھ تھیں۔انہوں نے ہی اس دن تمہارا بل بھی پے کیا تھا۔انہیں تم بہت پسند آئی تھیں۔پھر اسکی مدر مجھے پچھلے دنوں شاپنگ کے دوران ملی تھیں۔ تبھی انہوں نے ذکر کیا تھا۔چونکہ انکی فیملی کو تو میں اچھے سے جانتا ہوں مگر انہوں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔میں نے سوچنے کے لئے وقت لیا تھا۔آج میرے ہاں کرنے پر ہی وہ لوگ آئے تھے۔میں تمہاری شادی کرنا چاہتا ہوں سفینہ۔تم تو جانتی ہو کہ میں بیمار رہنے لگا ہوں۔زندگی کا کیا بھروسہ بیٹا۔اسلئے اگر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے تو۔۔۔"

بابا نے اتنا ہی کہا

"جیسے آپکی مرضی"۔وہ سر جھکا کر بولی تو شبیر نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔انہیں اس سے اسی فرمانبرداری کی امید تھی۔

"وہ شادی تمہارے پیپرز کے بعد کرنا چاہتے ہیں"۔

"میری پڑھائی بابا"۔وہ آہستہ سے بولی۔دل ایک دم اداس ہو گیا تھا۔اس طرح سے تو اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

"وہ جاری رہے گی۔میں کبھی جلدی نہ کرتا مگر کیا کروں میری بیماری تمہارے سامنے ہے۔ اپنی زندگی میں میں تمہیں تمہارے گھر کا ہوتے دیکھنا چاہتا ہوں۔میرے بعد۔۔۔" بات ختم ہونے سے پہلے ہی سفینہ نے انہیں ٹوک دیا۔

"بابا۔پلیز ایسا کچھ نہ کہیں"۔انکے کندھے سے لگی وہ آنسو بہانے لگی۔ان سے دور جانے کا سوچ کر ہی وہ رو دی۔بابا اسے چپ کراتے ہوئے بولے۔

"تو ہاں سمجھوں"۔اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اللہ تمہیں خوش رکھے"۔وہ دعائیں دیتے وہاں سے چلے گئے۔اس کے پیپرز کے بعد اسکی شادی ہو گئی تھی اور وہ نم آنکھوں سے مصطفٰی کے آنگن میں آ گئی تھی۔

وہ ریڈ اور اورنج کنٹراسٹ کے لہنگے میں دولہن بنی اپنے کمرے میں بیٹھی تھی۔جب لوگ کمرے سے چلے گئے تو اس نے اٹھ کر کمرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

مصطفٰی کمرے میں آیا تو وہ کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔لہنگے میں سجی سنوری وہ کوئی شہزادی لگ رہی تھی۔حسین تو وہ پہلے ہی بہت تھی اوپر سے دولہن بن کر اس پر روپ بھی خوب آیا تھا۔اسے دیکھ کر مبہوت ہوتے وہ زیر لب بڑبڑایا

حسن کو لاجواب ہونا تھا

شوق کو کامیاب ہونا تھا

اپنی حالت پر خود ہی ہنستے ہوئے اس کی حرکتوں کو دیکھنے لگا۔

"کیا ڈھونڈ رہی ہو؟"مصطفٰی کے اچانک بولنے پر وہ چونک گئی۔

"کچھ چاہیئے؟"اسے ڈرتا دیکھ کر وہ نرم لہجے میں پوچھنے لگا۔وہ خاموش کھڑی رہی۔

"کیا ہوا ہے؟ڈر کیوں رہی ہو؟"مصطفٰی نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے بیڈ پر بٹھانا چاہا تو اس نے ڈر کر ہاتھ پیچھے کر لیا۔وہ اسکی اس حرکت پر ہنس دیا۔

"بیٹھو یہاں"۔مصطفٰی نے بیڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"پہلے بتاو کہ ڈر کس سے رہی ہو پھر بتاو کہ ڈھونڈ کیا رہی تھیں"۔وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

اسے کچھ ہمت ملی تو سر جھکائے بولی۔

"آپ سے"۔

"مجھ سے کیوں ڈر رہی ہو؟"مصطفیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ غصہ بہت کرتے ہیں۔آج راستے میں آپ نے خان بابا کو ڈانٹا تھا ابھی نیچے بھی کسی کو ڈانٹ رہے تھے"۔وہ معصومیت سے بولی۔واپسی پر خان بابا کے کٹ لینے پر اس نے انہیں ڈانٹا تھا نیچے بھی وہ کسی ملازم کی سرزنش کر رہا تھا۔وہ غصیلہ ہرگز نہیں تھا۔مگر غلط کام کرنے پر کبھی کبھی ڈانٹنا بھی ضروری ہوتا ہے۔

"تم پر غصہ نہیں کروں گا"۔وہ محبت پاش لہجے میں بولا۔

"پرامس"۔اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ اسکی طرف بڑھایا تو اس نے مسکرا کر اسکا ہاتھ تھام لیا۔

"اب دوسرے سوال کا جواب دو"۔

"ریموٹ ڈھونڈ رہی تھی"۔وہ پھر سے معصومیت سے بولی۔

"گرمی لگ رہی ہے؟"مصطفیٰ نے اے سی کا ریموٹ اسکی طرف بڑھا دیا۔

"یہ نہیں۔ایل ای ڈی کا ریموٹ چاہیئے"۔وہ معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے بولی تو مصطفیٰ کو شدید جھٹکا لگا۔

"کیا؟اس وقت کیا دیکھنا ہے؟"وہ حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

"وہ فنکشن کی وجہ سے ڈرامے کی لاسٹ اپی سوڈ رہ گئی ہے۔اسکا ریپیٹ دیکھنا تھا"۔وہ معصومیت سے بولی تو مصطفٰی اپنے حیرت چھپاتے ہوئے بولا۔

"آج ہماری سہاگ رات ہے اور تمہیں ڈرامے دیکھنے ہیں؟"

"لاسٹ اپی سوڈ ہے اور ویسے بھی آدھی سے زیادہ رات تو گزر بھی گئی ہے۔مجھے پلیز ریموٹ دے دیں"۔وہ ابھی بھی اسی معصومیت سے بولی تھی۔مصطفٰی کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے۔

"یار بعد میں دیکھ لینا"۔وہ اسے سمجھانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا مگر اس کے چہرے پر خفگی دیکھ کر بولا۔۔۔

"اچھا چلو دیکھ لو۔میں یہیں ویٹ کر رہا ہوں"۔وہ وہیں صوفے پر اسکے پاس بیٹھ گیا۔

وہ ڈرامے میں مگن یہ بھی نہ جان سکی کہ اسے دیکھتے دیکھتے مصطفٰی کی آنکھ لگ گئی۔وہ نیوی بلیو شیروانی میں بہت جچ رہا تھا مگر جسکے لئے پہنی تھی اسے پرواہ ہی نہ تھی۔اسکی سسکیوں پر مصطفٰی کی آنکھ کھل گئی۔

"کیا ہوا؟رو کیوں رہی ہو؟"وہ پریشان ہو گیا تھا۔

"وہ مر گیا ہے؟"وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"کون؟"نیند سے اٹھنے کی وجہ سے اسے ٹھیک سے کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی۔سفیہ کے جواب پر اسکا دل کیا کہ وہ اپنا سر پیٹ لے۔"ہیرو"۔اسکے جواب پر وہ کچھ کہہ تو نہ سکا مگر سر پکڑ کر رہ گیا۔

www.neweramagazine.com

صبح وہ اس سے پہلے اٹھ گیا تھا۔اسکے چہرے پر سے براون کلر کے بالوں کی لٹ پیچھے کرتے مصطفی نے جھک کر اسکے گال پر اپنی محبت کی پہلی نشانی ثبت کی تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"گڈ مارننگ"۔محبت سے کہتا ہوا وہ اسکی حیرانی سے پھیلی ہوئی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔اس کی نظروں کی تپش سے لرز کر وہ پیچھے ہوئی تو وہ کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"تم سر سے پاوں تک میری ہو۔میں جب چاہوں تمہیں چھونے کا حق رکھتا ہوں"۔اسے بوکھلایا ہوا دیکھ کر نرمی سے کہتے ہوئے اس نے اسکے بالوں کو پیچھے کیا تھا۔

"تیار ہو جاو۔نیچے سب انتظار کر رہے ہوں گے"۔اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتا وہ واش روم میں گھس گیا۔وہ بوکھلائی ہوئی وہیں بیٹھی رہ گئی۔اس نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا کہ کوئی اس کے اتنا قریب بھی آسکتا تھا۔وہ تو اس رشتے اور اسکے تقاضوں سے ہی انجان تھی۔

ولیمے کے بعد وہ دیر رات تک مصطفٰی کی امی کے روم میں لڑکیوں سے گھری بیٹھی رہی۔جب روم میں آئی تو مصطفٰی کو اپنا منتظر پایا۔

"یار کب سے تمہارا ویٹ کر رہا ہوں"۔اسے دیکھ کر اسکا چہرہ کھل اٹھا تھا مگر اسکے پریشان چہرے کو دیکھ کر وہ اسکے پاس آگیا۔

"کیا ہوا ہے؟"اسکی کلائی تھامے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔سفینہ کی آنکھوں سے دو آنسو لڑھک کر اسکے گال پر آگئے۔

"کیا ہوا ہے؟ رو کیوں رہی ہو؟" وہ ایک دم سے پریشان ہو گیا تھا۔

"آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی ہے؟" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تھی۔

"کیونکہ تم مجھے پسند ہو۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں"۔ پورے استحقاق سے وہ اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا۔

"پھر گفٹ کیوں نہیں دیا؟" اسکے سوال پر وہ ٹھٹھک گیا۔ اگر وہ گفٹ کی وجہ سے پریشان تھی تو پہلے ہی کہہ سکتی تھی۔ رات کے اس وقت اسے اچانک گفٹ کا خیال کہاں سے آگیا۔ ضرور کسی نے کچھ کہا ہو گا۔ کس نے؟ جواب وہ جانتا تھا۔

"یار کل تم اپنے ہیرو کے مرنے پر رو رو کے سو گئی تھیں۔ ہاں صبح میرے دماغ سے نکل گیا تھا۔ بٹ میں نے پہلے ہی تمہارے لئے گفٹ لیکر رکھا ہوا ہے۔ رکو ایک منٹ"۔ وہ کہتا ہوا ڈریسنگ روم میں گھس گیا۔ چند لمحوں بعد وہ باہر نکلا تو اسکے ہاتھوں میں ایک خوبصورت سرخ کیس تھا جس میں ایک انتہائی نفیس ہیرے کی انگوٹھی تھی۔

"مے آئی"۔ انگوٹھی کیس سے نکالتے ہوئے اس نے اجازت مانگی تو اس نے صبح کا واقعہ یاد کرتے ہوئے جھٹ سے ہاتھ پیچھے کر لیے۔ مصطفٰی اس کی اس حرکت پر مسکرا دیا۔

پہلے تو گفٹ کے لئے رو رہی تھیں اب دے رہا ہوں تو منع کر رہی ہو۔ وہ خفگی سے بولا تو اس نے کچھ سوچتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکے سامنے بڑھا دیا۔ مصطفی نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ اسے رنگ پہنا کر اسکے ہاتھ کو چوم لیا۔ سفینہ کا سارا جسم کانپ اٹھا۔ اس نے جھٹ سے اپنا ہاتھ اسکی قید سے چھڑوا لیا۔ اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کر مصطفٰی کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"کسی نے کچھ کہا تھا گفٹ کے بارے میں؟ایک دم خیال آتے ہی اس نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"کس نے؟"اسکا ہاتھ تھامے وہ بیڈ کے قریب آتے ہوئے بولا۔

"آپکی پھپھو نے"۔اسے اسی ایک نام کی امید تھی۔

"کیا کہا تھا؟"اس نے اسے بیڈ پر بٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ آپ نے یہ شادی اپنی خوشی سے نہیں کی۔اماں نے زبردستی کروائی ہے۔اسی لئے آپ نے مجھے کوئی گفٹ بھی نہیں دیا جیسے سب دیتے ہیں"۔وہ معصومیت سے اسے عصمت پھپھو کے ساتھ ہونے والی گفتگو سنا رہی تھی۔

"اگر میں کہتا کہ یہ شادی زبردستی کروائی گئی ہے تو تم کیا کرتیں؟"کچھ سوچتے ہوئے مصطفیٰ نے پوچھا تو وہ معصومیت سے بولی۔۔۔

"اگر شادی سے پہلے پہلے بتاتے تو آپ سے شادی نہیں کرتی اور بعد میں بتاتے تو بابا کے پاس چلی جاتی اور کیا کرتی؟"

"کیوں؟"مصطفیٰ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بن بلائے تو اللہ کے پاس بھی نہیں جاتے پھر میں آپکے گھر کیسے آتی۔؟"اس کے معصومانہ جواب پر وہ ہنس پڑا۔وہ اسکی ہنسی پر برامان گئی۔وہ اسکی ہر بات پر ہنس پڑتا تھا۔اسے اپنا آپ بے وقوف لگتا تھا۔

"تم بہت خوبصورت ہو"۔اسکے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے وہ اس پر جھکا تو وہ ڈر کر پیچھے ہو گئی۔

"تم اتنا کیوں ڈرتی ہو۔تم پر حق ہے میرا"۔وہ اسے اپنے جملہ حقوق باور کراتا اسکے بہت قریب ہو گیا تھا۔اتنا قریب کہ اسکی قربت اسے مدہوش کر رہی تھی۔

صبح وہ اٹھی تو اسکا سر مصطفیٰ کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔وہ اسکے دل کی دھڑکن سن سکتی تھی۔اسکی دھڑکنوں کے سحر میں وہ نہ جانے کتنی دیر گرفتار رہی۔

"اگر اتنے قریب سے میرے دل کی دھڑکنوں کو سنتی رہو گی تو میرا دل دھڑکنا بھول جائے گا"۔اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو اس نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی۔ مصطفیٰ اپنے بازووں میں

اسے قید کرتے ہوئے دوبارہ اپنے سینے سے لگا لیا۔

"تم پہلی اور آخری لڑکی ہو جو میرے اور میرے دل کے اتنے قریب ہے"۔اسکے ماتھے کو چومتا وہ اسے اپنے دل کا راز سنا رہا تھا۔

اسکی شادی کے دو ہفتوں بعد وہ کالج آئی تھی۔لڑکیاں اسے شوخی سے چھیڑ رہی تھیں۔وہ سرخ پڑتی اپنی شرم چھپائے سر جھکائے بیٹھی تھی۔کالج میں اسکا آخری سال تھا۔پیپرز میں مہینہ بھی نہیں رہا تھا۔وہ بہت محنت کر رہی تھی۔شام کو تھکا ہارا آفس سے لوٹنے کے باوجود مصطفٰی اسکی پڑھائی میں ہیلپ کیا کرتا تھا۔رات بھی وہ اسے پڑھا کر کمرے میں آیا تو اسکا سر بری طرح دکھ رہا تھا۔وہ اپنا کام مکمل کر کے آئی تو وہ بیڈ پر پڑا اپنی کنپٹاں سہلا رہا تھا۔وہ واپس پلٹ گئی۔

تھوڑی دیر میں اسکے لئے چائے اور پیناڈول لیکر آئی تو مصطفٰی کو اسے دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی۔وہ اسکے بغیر کچھ کہے اسکے لئے یہ سب کر رہی تھی۔

"چائے تم نے بنائی ہے"۔چائے کا ایک گھونٹ لیکر ہی وہ پہچان گیا تھا کہ یہ اسی کے ہاتھ کی چائے ہو سکتی ہے۔جی کہتی وہ بیڈ کی پائینتیوں میں بیٹھ گئی۔

"آئی ایم سوری"۔وہ سر جھکائے بولی تو مصطفٰی کو حیرت ہوئی تھی۔

"کس لئے؟"وہ ناسمجھی میں پوچھ رہا تھا۔

"میری وجہ سے آپ کو اتنی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے"۔کہتے کہتے اسکے گالوں پر آنسو بہہ نکلے تھے۔

"اور یہ کس کے خیالات ہیں؟"وہ ابرو اٹھاتے ہوئے بولا۔

"جس کے بھی ہوں صحیح تو ہیں"۔جواباً وہ جھنجھلا کر بولی۔

"پھر بھی میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ میرا کونسا خیر خواہ ہے؟" وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"اماں نے کہا ہے"۔اسکے بار بار اصرار پر وہ بالآخر اسے بتا رہی تھی۔ صبح جب انہوں نے خفگی سے اسے کہا تھا کہ اسکی وجہ سے مصطفیٰ کو اتنی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے تو اس نے اتنا سیریس نہیں لیا تھا مگر اب اسے ایسے دیکھ کر اسے شدت سے احساس ہوا تھا کہ وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھیں۔

"ادھر آو"۔اسکا ہاتھ پکڑے مصطفیٰ نے اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کو کہا۔

"میں چاہوں تو تمہیں کوئی ٹیوشن رکھ کر دے سکتا ہوں یا کسی اکیڈمی میں تمہارا ایڈمیشن بھی کروا سکتا ہوں مگر مجھے تمہارے کام کر کے کوئی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ الٹا مجھے تو خوشی ملتی ہے۔ ہاں انسان ہوں کبھی کبھی تھک جاتا ہوں مگر تمہارے لئے میں اتنا تو کر سکتا ہوں نا۔اسلئے اپنے دماغ سے یہ الٹی سیدھی باتیں نکال دو"۔اس نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھامے اسے سمجھایا تو اس نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

"ایک بات بتاوں تمہیں"۔وہ اب اسکے کندھے پر سر رکھتا ہوا بول رہا تھا۔ "تمہیں پتا ہے مجھے تمہاری سب سے اچھی بات کیا لگتی ہے؟" وہ اسکے ہاتھ کی لکیروں پر اپنی انگلیاں پھیرتے ہوئے بولا تھا۔

"یہ کہ تم میری ہو۔سفینہ حیات پوری کی پوری سید مصطفیٰ حسن کی قسمت میں لکھ دی گئی ہے۔یہ احساس ہی مجھے سرشار کر دیتا ہے۔پھر ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ مجھے تمہارا کوئی کام کر کے تکلیف پہنچے۔تمہارے لئے تو میں اف کئے بغیر اپنی جان بھی دے سکتا ہوں"۔اسکے اقرار پر ہر

بار کی طرح اس بار بھی وہ خوشی سے سرشار ہو گئی تھی۔ مصطفیٰ اسکے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

انکی شادی کو دو ماہ ہو گئے تھے۔ اسکے پیپرز بھی ختم ہو چکے تھے سو وہ اب گھر پر ہی ہوتی تھی۔ اماں کے ساتھ اسکی بہت باتیں ہوتی تھیں۔ وہ دونوں ساس بہو کم سہیلیاں زیادہ لگتی تھیں۔ امی کے بعد سے بارہ سال کی عمر سے گھر وہ خود ہی سنبھالتی آئی تھی اس لئے مصطفیٰ کے گھر آکر بھی اس نے اپنی ذمہ داریاں سنبھال لی تھیں۔ اماں اپنی اس چھوٹی سی سگھڑ گڑیا کو دیکھ کر خوش ہوا کرتی تھیں۔ وہ خدا کا شکر ادا کرنا کبھی نہیں بھولتی تھیں۔ سب اس سے خوش تھے سوائے دو لوگوں کے۔ عصمت پھوپھو اور انکی بیٹی فروا کے۔

عصمت پھوپھو کی مصطفی کے بچپن سے خواہش تھی کہ وہ انکا داماد بنے۔ کچھ یہی حال فروا کا تھا مگر مصطفیٰ کو اتنی بولڈ لڑکیاں پسند نہیں تھیں جو اپنی بولڈنس میں اپنی شرم اور حیا کو ہی بھول جائیں۔

www.neweramagazine.com

جب سے انکی شادی ہوئی تھی تب سے وہ کسی نہ کسی طریقے سے سفینہ کو زچ کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھیں۔ وہ صبر سے سب برداشت کرتی تھی کہ ماں کے بعد سے چچی کا رویہ اسکے ساتھ ایسا ہی رہا تھا مگر مصطفیٰ کو نہ جانے اسکی حالت کا کیسے علم ہو جاتا تھا سو اسے پھر بتانا پڑتا تھا۔

ایک شام وہ آفس سے دیر سے لوٹا تو سفینہ کافی پریشان نظر آئی۔وجہ پوچھنے پر پہلے تو وہ ٹال گئی مگر بعد میں رو پڑی۔وہ اسے گلے لگائے صوفے پر آگیا تھا۔جب وہ اچھی طرح رو لی تو اسکے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے پانی آگے کیا۔وہ ایک ہی گھونٹ میں پانی پی گئی۔

"کیا ہوا ہے؟"مصطفٰی نے اسکا چہرہ اپنے سامنے کرتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں"۔وہ آنکھیں رگڑتے ہوئی بولی۔

"مجھے نہیں بتاوگی؟"وہ اسکے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لئے بولا تو اسکی آنکھیں پھر سے بھر آئیں مگر بولی اب بھی کچھ نہیں۔

"مجھے تمہاری ایک بات بہت اچھی لگتی تھی۔وہ یہ کہ تم اپنے دل میں کوئی بات نہیں رکھتی تھیں۔کوئی تم سے کچھ بھی کہتا تم مجھے آکر بتاتیں تو مجھے بہت خوشی ہوتی تھی کہ میری بیوی دوسروں کی باتوں میں آکر مجھ سے جھگڑنے کے بجائے مجھ سے استفسار کر لیتی ہے۔ہر میاں بیوی میں ایسا نہیں ہوتا۔میں لکی ہوں جو میری بیوی اتنی اچھی تھی۔مگر شاید اب وہ بھی دوسروں کی طرح ہوگئی ہے۔مجھے بتا ہی نہیں رہی کہ کیا بات ہے"۔وہ اسے ایموشنلی بلیک میل کر رہا تھا اور وہ ہوگئی تھی۔

"کیا بتاوں میں آپکو"۔وہ جھنجھلا کر بولی تھی۔

"وہی جس کی وجہ سے اتنی پریشان ہو"۔

"کچھ نہیں بس آج پھپھو آئی تھیں۔انہوں نے الٹا سیدھا کہہ دیا تھا تو مجھے رونا آگیا"۔وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا کہا تھا انہوں نے"۔وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"چھوڑیں نا"۔وہ اٹھنے لگی تو مصطفیٰ نے زبردستی اسے بٹھا دیا۔

"کیا کہا تھا؟"اسکے لہجے میں سختی در آئی تھی۔ مجبوراً اسے آج کا واقعہ سنانا پڑا۔

وہ کچن میں مصطفیٰ کی فرمائش پر چائینیز رائس بنا رہی تھی۔اس کے ہاتھ سے اچانک کالی مرچوں کی شیشی گر گئی۔ شیشی کا گرنا تھا کہ پھپھو کی باتیں شروع ہو گئیں۔"کچھ نہیں سیکھ کر آئی ہے۔بھابھی ہی سگھڑ سگھڑ کا راگ الاپتی رہتی ہیں اسے کہتے ہیں سگھڑ پن؟پتا نہیں ماں کیسی تھی جو بیٹی ایسی ہے۔تمہاری ماں نے کچھ سکھایا نہیں کیا۔پھوہڑ ماں کی پھوہڑ اولاد۔کمبخت نے خود تو کچھ سکھایا نہیں ہمارے سر چھوڑ گئی ہے"۔بس ایک نہ ختم ہونے والی ذلت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔اپنی ذات پر وہ سب برداشت کر چکی تھی۔اپنی مری ہوئی ماں کے لئے یہ سب سننا اس کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔

"مصطفیٰ آپ کے کہنے پر میں انکی سب باتیں خاموشی سے برداشت کرتی ہوں مگر اب اگر انہوں نے امی کے بارے میں کچھ کہا تو میں چپ نہیں رہوں گی"۔وہ روتے ہوئے غصے سے بولی تھی۔

New Era Magazine www.neweramagazine.com

"وہ اب ایسا کچھ نہیں کہیں گی۔آئی پرامس میں خود بات کروں گا ان سے"۔مصطفیٰ نے مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔اس نے سوچا تھا کہ وہ ان سے بات کرے گا مگر وہ آوٹ آف سٹی چلی گئی تھیں سو بات آئی گئی ہو گئی۔

اس کے سیکنڈ سمسٹر کے مڈ قریب تھے۔وہ دل لگا کر تیاری کر رہی تھی۔ایک روز مصطفی میٹنگ سے فارغ ہو کر اپنے آفس میں آیا تو سیل پر سفینہ کی بارہ مسڈ کالز دیکھ کر پریشان ہو گیا۔فون کرنے پر کسی لڑکی نے اسے بتایا کہ وہ کلاس میں اچانک بے ہوش ہو گئی تھی۔اب وہ ہاسپٹل میں تھی۔وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ ہاسپٹل کے لئے بھاگا۔شام کو اسے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔وہ اور اماں اسے گھر لے آئے۔

"ایک کپ چائے ایک گلاس دودھ ایک سیب لانے کا کہو فرح کو"۔رات وہ سونے کے لئے کمرے میں آئی تو مصطفی نے اسے اندر آتے دیکھ کر کہا۔وہ واپس پلٹ گئی۔

وہ ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھنے لگی تو مصطفیٰ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا۔"فرح کو کہنے کا کہا تھا۔خود لانے کا نہیں"۔اس نے سرزنش کی تھی۔

"خیر پیو"۔وہ دودھ کا گلاس اسکی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔وہ سیب کاٹ کر اسے دے رہا تھا جبکہ خود وہ چائے پی رہا تھا۔

"مجھے تمہارے ہاتھ کی چائے بہت پسند ہے"۔وہ مسکرا کر خالی برتن اٹھانے لگی تو اس نے دوبارہ اسے بٹھا دیا۔

New Era Magazine www.neweramagazine.com

"تم سے بات کرنی ہے"۔

"تم نے کیوں نہیں بتایا کہ ہمارے گھر مہمان آرہا ہے"۔ مصطفٰی نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"مہمان؟ مجھے تو نہیں پتا۔اماں نے بھی نہیں بتایا"۔وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"انہیں پتا ہوتا تو سب سے پہلے مجھے بتاتیں"۔ مصطفٰی مسکراتے ہوئے بولا۔

"پھر مجھے کیسے پتا ہو گا کہ کوئی آرہا ہے؟"وہ معصومیت سے بولی تو وہ ہنس دیا مگر ہمیشہ کی طرح وہ اس کے اس طرح ہنسنے پر خفا ہو گئی۔

"یار تم سمجھ نہیں رہی ہو۔ہمارے گھر اللہ ایک لٹل اینجل بھیج رہا ہے"۔یہ کہتے ہوئے وہ اسکے ہاتھ پر بوسہ دینے کے لیے جھکا تو اس سے ہاتھ پیچھے ہٹا لیا۔

"ہمارے گھر لٹل کیا بڑا فرشتہ بھی نہیں آئے گا"۔وہ خفگی سے بولی۔

"کیوں؟"مصطفٰی حیران ہوا تھا۔

"آپ کے اوریو کی وجہ سے"۔ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ اسے سمجھا رہی تھی کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے وہاں فرشتے نہیں آتے۔وہ مصطفٰی کے فیورٹ ڈاگ کو سخت ناپسند کرتی تھی۔یہی ایک چیز تھی جو مصطفٰی کو سخت ناپسند تھی۔

"یار پتا نہیں تمہیں میرے اوریو سے کیا پرابلم ہے"۔وہ چڑ گیا تھا۔

"خیر ہماری فیملی میں اضافہ ہونے والا ہے"۔اب کی بار اس نے سادہ لفظوں میں بتایا تو وہ یک ٹک اسکا منہ دیکھے گئی۔

"کیا ہوا؟"مصطفٰی کو اسکے اسطرح دیکھنے پر حیرت ہوئی تھی۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں نا؟"اس نے حیرت سے پوچھا۔

"اس میں مذاق والی کیا بات ہے؟"وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اسکے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"وہ ہنوز حیران تھی مگر اس دفعہ لہجے میں غصہ تھا۔

"کیا مطلب کیسے ہو سکتا ہے؟" کبھی کبھی مصطفٰی اسکی معصومیت سے زچ آجاتا تھا اور آج بھی یہی ہو رہا تھا۔

"ایک اور یو کم ہے کیا جو دوسرا بھی لا رہے ہیں"۔وہ تڑخ کہ بولی تو وہ اسکی معصومیت پر سر پیٹ کر رہ گیا۔

"سفینہ میری جان میں ہمارے بچے کی بات کر رہا ہوں"۔اب وہ اسے پیار سے سمجھا رہا تھا۔

سفینہ تو اسکے الفاظ پر ہکا بکا رہ گئی۔

"تمہیں پتا ہے نا اس سب کا؟"کچھ سوچتے ہوئے مصطفٰی نے اس سے پوچھا۔وہ کہنے کو انیس سال کی تھی مگر اسے شادی اور شادی سے جڑی کسی بھی بات کا علم نہیں تھا۔ماں اسکی تھی نہیں جو اسے کچھ سمجھاتی۔باپ آفس میں پھنسا رہتا تھا۔چاچو چچی تو بس عیدوں پر ہی آتے تھے۔ دوست اسکے ویسے ہی محدود تھے جن سے وہ بس کالج یا یونیورسٹی کے متعلق ہی بات کیا کرتی تھی۔گھر پر بھی وہ بس کاموں میں ہی جتی رہتی تھی۔ٹی وی موبائل لیپ ٹاپ سب گھر میں ہوتے تھے مگر اسے تو بس اپنی بکس میں سر کھپانا پسند تھا۔

"اماں نے بتایا تھا"۔وہ آہستہ سے بولی تھی۔اسکے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کنفیوز بھی ہے اور ڈری ہوئی بھی۔

"تم خوش نہیں ہو؟" مصطفیٰ اسکے چہرے کے رنگ دیکھ کر پوچھ بیٹھا۔

"میں کیسے خوش ہو سکتی ہوں؟ میں نے یونیورسٹی جانا ہوتا ہے۔ ایسے کیسے؟" وہ روہانسی ہو گئی۔

"لڑکیاں اس حالت میں جاتی ہیں یونیورسٹی"۔ مصطفیٰ نے اسے سمجھانا چاہا تو اس نے بات کاٹ دی۔

"لڑکیاں نہیں پروفیسرز آتی ہیں۔ میں اتنی بڑی ہوں جو ابھی سے"۔ وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

"اس میں رونے والی کیا بات ہے یار۔ دیکھو سٹارٹ میں کسی کو کیا پتا۔ بعد میں سمسٹر فریز کروا لیں گے"۔ مصطفیٰ نے اسے سمجھانے کی ایک چھوٹی سی کوشش کی تھی مگر وہ اسے ہی الٹی پڑ گئی۔

"آپ نے پرامس کیا تھا کہ آپ مجھے پڑھنے دیں گے مگر مجھے نہیں لگتا آپ میری سٹڈیز کمپلیٹ ہونے دیں گے۔ پہلے ہنی مون کی وجہ سے سمسٹر فریز کروانے کا کہہ رہے تھے اب اسکی وجہ سے کروا رہے ہیں۔ بعد میں کہیں گے میرے اینجل کو سنبھالو۔ آپ چاہتے ہی نہیں ہیں کہ میں پڑھوں"۔ وہ اب باقاعدہ رو رہی تھی۔

"یار کیا ہو گیا ہے؟ خود ہی تو کہہ رہی ہو کہ اس حالت میں یونیورسٹی کیسے جاو گی"۔ مصطفیٰ کو اسے سنبھالنا دنیا کو سب سے مشکل کام لگ رہا تھا۔

"تو کیا ضرورت تھی مجھ سے شادی کرنے کی"۔ روتے روتے وہ تڑخ کر بولی۔

"اب یہ شادی کہاں سے بیچ میں آ گئی؟" وہ حیران ہوتے ہوئے بولا۔

"تو شادی کے بعد ہی یہ سب ہوتا ہے نا"۔ وہ اب بھی رو رہی تھی۔

"دیکھو۔میری بات سنو۔ابھی تو سٹارٹ ہے نا۔اور سٹارٹ میں کسی کو کیا پتا۔تو تم اچھے بچوں کی طرح یونیورسٹی جاو کچھ نہیں ہو گا"۔وہ پھر سے اسے سمجھا رہا تھا۔

"پہلی بات یہ کہ میں بچی نہیں ہوں۔دوسری بات یہ کہ۔۔۔"وہ اس سے آگے خاموش ہو گئی۔

"بتاو کیا بات ہے؟"مصطفٰی نے پیار سے پوچھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔اسکے چہرے کے تاثرات دیکھ کر وہ ہنس پڑا۔جو بھی تھا وہ تھی تو ابھی انیس سال کی ہی۔اور عقل اور حرکتوں سے تو وہ ابھی پندرہ سولہ سال کی بچی ہی تھی۔مصطفی کو اس پر بے پناہ پیار آیا تھا۔

"کیوں ڈر لگ رہا ہے۔کچھ نہیں ہو گا۔میں ہوں نا تمہارے ساتھ تمہیں کچھ نہیں ہو گا"۔وہ اسے پچکارتے ہوئے مصطفی نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

اسکی پریگننسی کو ساتواں مہینہ تھا۔وہ مصطفی کے ساتھ یونیورسٹی سے واپس آ رہی تھی۔اسکا موڈ اتنا خراب تھا کہ سفینہ نے ڈر کے مارے اسے مخاطب ہی نہیں کیا۔تبھی سامنے سے فل سپیڈ میں آتی گاڑی انکی گاڑی سے جا ٹکرائی۔

ان دونوں کو فوراہاسپٹل لایا گیا تھا۔معجزاتی طور پر مصطفٰی کے صرف دائیں بازو میں چوٹ لگی تھی۔سر پر سٹیرنگ لگنے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا تھا جبکہ سفینہ کا سارا جسم خون میں نہایا ہوا تھا۔مصطفی کو صبح تین بجے ہوش آیا تھا جبکہ سفینہ کومے میں چلی گئی تھی۔اسے بہت زیادہ

انجریز آئی تھیں۔اس حادثے میں انکا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا تھا کہ وہ اپنا لٹل اینجل کھو بیٹھے تھے۔مصطفیٰ کو جب یہ پتا چلا تو وہ خاموش ہو کر رہ گیا۔وہ نہ تو رویا اور نہ ہی اس کو دیکھنے گیا۔وہ خود کو اس سب کا ذمہ دار سمجھ رہا تھا۔

جب اسے ہوش آیا تو اماں اور بابا وہیں تھے اسکے پاس۔وہ بار بار مصطفیٰ کا پوچھتی رہی مگر وہ دونوں بہانے بناتے رہے۔دو دن گزر گئے تھے مگر مصطفیٰ اس سے ملنے نہیں آیا۔وہ بہت پریشان تھی۔

"اماں"۔

"جی میری جان"۔اماں نے اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے کہا۔

"اماں مصطفیٰ کو کیا ہوا ہے؟وہ ٹھیک تو ہیں نا؟"اپنے خدشات کو زبان دے رہی تھی جو بات پریشان کر رہی تھی اس کے متعلق ان سے پوچھ رہی تھی۔

"وہ بالکل ٹھیک ہے میری جان"۔وہ نظریں چراتے ہوئے بولیں۔

"پھر مجھ سے ملنے کیوں نہیں آئے؟وہ ناراض ہیں مجھ سے"۔اسکی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔

"وہ تم سے ناراض ہو سکتا ہے بھلا؟"اماں نے اسے بہلایا۔

"مجھے لگتا ہے وہ اپنے لٹل اینجل کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہیں"۔سفینہ بہت آہستہ آواز میں بولی مگر اماں نے سن لیا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے"۔اماں خود اس سب سے پریشان تھیں۔وہ اسے مزید پریشان ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

"پھر وہ کیوں نہیں آئے؟"وہ انکا ہاتھ تھامے پوچھ رہی تھی۔

"وہ اپنے آپ سے خفا ہے۔اسے لگتا ہے تمہاری اس حالت کا ذمہدار وہ ہے"۔اماں روہانسی ہو گئی تھیں۔ مصطفیٰ کی حالت ان سے دیکھی نہیں جاتی تھی۔اسے چپ لگ گئی تھی۔ کھانا پینا سونا سب سے جیسے منہ موڑ لیا تھا۔اماں کے زبردستی کرنے پر ایک دو لقمے لے لیتا تھا مگر بس خاموش رہتا تھا۔

"آپ انہیں کہیں مجھ سے مل لیں"۔اس نے بہت رسان سے کہا۔

"کتنی دفعہ کہا ہے مگر پتا نہیں اسے کیا ہو گیا ہے"۔اس سے پہلے کہ آنسو آنکھوں سے باہر آتے اماں نے چہرہ موڑ لیا۔

وہ گھر آگئی تھی پھر بھی مصطفیٰ اس سے ملنے نہیں آیا۔وہ اپنے روم میں تھی سو اسے امید تھی کہ رات کو سونے تو وہ ضرور آئے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔رات کو اماں اسکے پاس سونے کے لئے آئیں تو وہ بہت روئی۔

اگلے ہی دن وہ اماں کے سونے کے بعد آہستہ آہستہ چلتی اسے گھر میں ڈھونڈنے لگی۔ گیسٹ روم میں آئی تو وہاں کا دروازہ کھلا تھا۔وہ بیڈ کے قریب اسکے پاس بیٹھ گئی۔اندھیرے کی وجہ سے وہ اسکے بالکل قریب ہو کر اسکے چہرے کو محسوس کر رہی تھی۔اسکی آنکھوں سے دو آنسو

مصطفیٰ کے چہرے پر جا گرے۔وہ ایک دم پیچھے ہو گئی۔ مصطفیٰ نے آنکھیں کھول دیں۔وہ اندھیرے میں بھی پہچان سکتا تھا کہ وہ سفینہ ہے۔اس نے ہاتھ بڑھا کر لائٹس آن کر دیں۔ چند لمحے تو سفینہ کو سر سے پاوں تک دیکھتا رہا۔پھر جب نظر اسکے پاوں سے رستے خون پر گئی تو اس پر غصہ کرنے لگا۔

"تم یہاں اس وقت کیا کر رہی ہو؟ تمہیں ڈاکٹر نے منع کیا تھا زیادہ چلنے سے۔پاوں دیکھا ہے اپنا بلیڈ نگ ہو رہی ہو"۔

ایکسیڈنٹ کے بعد جب اسے گاڑی سے نکالا گیا تب اسکا پاوں بری طرح زخمی ہوا تھا۔گوشت پھٹ گیا تھا۔جگہ جگہ زخم آئے تھے۔خوش قسمتی سے ہڈی بچ گئی تھی۔اب وہ اسے ڈانٹ رہا تھا۔

"ادھر دکھاو"۔وہ اسکے زخم کو دیکھتا ہوا روم سے نکل گیا۔تھوڑی دیر بعد لوٹا تو اسکے ہاتھ میں فرسٹ ایڈ باکس تھا۔وہ اسکا زخم صاف کر کے پٹی کر رہا تھا جبکہ وہ برستی آنکھوں سے اسی دیکھے جا رہی تھی۔

"میری غلطی قابل معافی نہیں ہے کیا؟وہ بولی تو مصطفیٰ کا حرکت کرتا ہاتھ رک گیا۔

"مجھے پتا ہے آپ اس دن مجھ سے خفا تھے۔میری کسی بات پر اتنا زیادہ ناراض تھے کہ اب تک مجھ سے بات نہیں کر رہے ہیں۔

میرا گناہ واقعی اتنا بڑا ہے کہ میرے جینے مرنے سے اب آپکو کوئی فرق نہیں پڑتا؟ اگر ایسا ہے تو اتنے سے خون پر اتنا پریشان کیوں ہو گئے ہیں؟" وہ برستی آنکھوں سے پوچھ رہی تھی۔ مصطفٰی بس اس کو دیکھتا رہ گیا۔

اس دن یونیورسٹی کے پارکنگ ایریا میں مصطفٰی نے دو لڑکوں کی گفتگو سنی تھی جو سفینہ کے بارے میں ہی بات کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک سفینہ کے لئے اپنی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔ مصطفٰی کے لئے یہ برداشت کرنا خاصا مشکل ہو رہا تھا۔ اگر سفینہ دو منٹ نہ آتی تو وہ واقعی اسکا منہ توڑ دیتا۔ واپسی پر اسکے کانوں میں پھپھو کے الفاظ گونجتے رہے کہ وہ یونیورسٹی میں لڑکوں کے ساتھ پڑھتی ہے۔ یہ نہ ہو کہ اسکی معصومیت جس کے تم اسیر ہوئے تھے کسی اور کا بھی دل موہ لے۔ پھپھو کے بارہا کہے گئے ایسے الفاظ اسکا خون کھولا رہے تھے۔ اسی غصے کے عالم میں وہ سامنے سے آتی ہوئی بے قابو گاڑی سے اپنی گاڑی کو بچا نہ سکا۔

"میں تم سے کیوں ناراض ہوں گا جبکہ قصور سارا میرا ہے"۔ وہ نظریں چراتے ہوئے بولا تو سفینہ نے اسکا چہرہ اپنی طرف کیا۔

"کونسا قصور؟ وہ گاڑی والے کا قصور تھا۔ بلکہ جو ہوا وہ تو ہماری قسمت میں لکھا تھا نا"۔ نم آنکھوں سے کہتے اس نے جھک کر مصطفٰی کے کندھے پر سر رکھا دیا۔ دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہتے چلے گئے۔

سفینہ اپنی اسائینمنٹ ٹائپ کر رہی تھی جب مصطفٰی اسکے پاس آکر بیٹھا۔وہ یونیورسٹی جانے لگی تھی۔اماں نے بہت منع کیا تھا مگر مصطفٰی نے انہیں خاموش کروادیا تھا کیونکہ وہ گھر میں رہ کر ہر وقت اپنے لٹل اینجل کی چیزیں دیکھتی اور روتی رہتی تھی۔

"مجھے امریکہ جانا ہے"۔

"کیوں؟"سفینہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"ایک پراجکٹ کے سلسلے میں جانا ہے" کہتے ہوئے وہ صوفے پر ہی نیم دراز ہو گیا۔سفینہ نے لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھ دیا۔

"آپ میری وجہ سے جا رہے ہیں؟ابھی تک ناراض ہیں؟"سفینہ نے اسکا بازو پکڑے پوچھا تو وہ مسکرادیا۔

"کوئی انسان خود سے بھی ناراض ہو سکتا ہے بھلا؟"مصطفٰی اسکی ناک بھینچتے ہوئے بولا تو اس نے مصطفٰی کے سینے پر سر رکھ دیا۔

"کب آئینگے؟"یہی ایک سوال تھا جس کا جواب بہت مشکل تھا۔

"جب پراجکٹ ختم ہو جائے گا"۔اس نے ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیا۔

"تقریبا کب تک ختم ہو گا؟"سفینہ کا دل اس کے جانے کا سن کر ہی اداس ہو رہا تھا۔

"دو ڈھائی سال لگ جائیں گے"۔مصطفٰی نے آنکھیں بند کئے جواب دیا تو اس کی توقع کے برعکس کوئی سوال پوچھا گیا نہ ہی کچھ کہا گیا بلکہ اس نے سر اٹھا کر لیپ ٹاپ دوبارہ اٹھا لیا۔وہ دوبارہ ٹائپنگ کر رہی تھی۔لکھ کیا رہی تھی کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔بہت مشکل سے فوکس کرنا پڑ

Website: www.neweramagazine.com

رہا تھا۔آنکھوں کے سامنے بار بار پانی آرہا تھا جسے وہ ضبط کرنے کی کوششوں میں لگی رہی۔

مصطفٰی بے بسی سے اسے دیکھتا رہا۔جانتا تھا کہ اسے تکلیف ہوئی ہے۔مگر یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ وہ خاموش کیوں ہے اور کیا سوچ رہی ہے۔

بہت مشکل سے اسائنمنٹ کمپلیٹ کر کے وہ اٹھی اور مصطفٰی پر نظر ڈالے بغیر واشروم میں گھس گئی۔ چینج کر کے وہ سونے کے لئے لیٹ گئی۔

"ناراض ہو گئی ہو؟" مصطفٰی اس کے قریب بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"میری جان اب میں کیا کروں۔جانا میرے پارٹنر نے تھا مگر اس کا فیملی ایشو ہے وہ نہیں جا سکتا۔مجھے ہی جانا ہوگا"۔اسکے بال سہلاتے وہ اسے صفائی دے رہا تھا۔ایکسیڈنٹ کے بعد سے وہ بہت ڈر گئی تھی۔ پھپھو اسکے اینجل کے مرنے پر اسے کیا کچھ نہیں سنا کر گئی تھیں۔وہ خاموشی سے مصطفٰی سے بھی وہ سب کچھ چھپا گئی تھی۔ایک مصطفٰی ہی تو تھا جسکے بازوں میں وہ خود کو محفوظ سمجھتی تھی۔اب وہ بھی جا رہا تھا۔یہ سوچے بنا کہ اسے اسکی کتنی ضرورت ہے۔

"جب جانا ہو بتا دیجئے گا میں پیکنگ کر دوں گی۔اب پلیز مجھے سونے دیں"۔اپنے لہجے کو مضبوط بناتے نم آواز میں کہتے وہ کروٹ بدل کر لیٹ گئی۔

اگلے دن بھی اس نے مصطفٰی سے کوئی بات نہیں کی۔نہ اسے یونیورسٹی کی روداد سنائی جیسے روز سنایا کرتی تھی۔اسکی خاموشی اماں نے بھی نوٹ کی تھی۔اسی لئے وہ مصطفٰی سے اسکے حوالے سے بات کر رہی تھیں۔

"اماں میں مجبور ہوں جانا ضروری ہے۔میں اسے سمجھانا چاہتا ہوں پر وہ اس موضوع پر مجھ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتی۔ہر دفعہ بات ٹال دیتی ہے۔آپ اس سے بات کریں شاید سمجھ جائے"۔وہ بے بسی سے انہیں کہہ رہا تھا۔

"جس حالت میں وہ ہے نا اسے سب سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے"۔اماں نے اسے قائل کرنا چاہا۔وہ خود بھی اسکے جانے پر اداس تھیں۔

"جانتا ہوں مگر میں مجبور ہوں۔اسے ساتھ بھی نہیں لیکر جا سکتا کہ اسکی پڑھائی کا حرج ہو گا"۔

سفینہ کے چائے لانے پر وہ دونوں خاموش ہو گئے۔

رات مصطفٰی کی فلائٹ تھی۔اس نے ساری پیکنگ کر دی تھی مگر اب بھی وہ اس سے جانے کے بارے میں بات نہیں کر رہی تھی۔

"یار کیوں ظالم بیویوں والا سلوک کر رہی ہو"۔دوپہر کے کھانے کے لئے وہ اسے بلانے آئی تو مصطفٰی نے اسے اپنے ساتھ بٹھاتے ہوئے کہا۔

"کھانا کھا لیں"۔وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولی تو مصطفٰی اسے بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا۔

"میں کوشش کروں گا کہ پراجیکٹ جلدی ختم کر کے جلدی سے آجاوں"۔مصطفٰی نے اسے بانہوں کے حصار میں لئے بھینچا تو وہ رو دی۔

"یار مجبوری ہے سمجھو نا۔میرے لئے بھی بہت مشکل ہے یہ سب مگر میں کیا کروں۔تم ایسے رو گی تو میں جا نہیں پاوں گا۔

تم تو بہت بہادر ہو۔ ویسے بھی ہم تو ہر روز بات کریں گے نا۔ لورز کی طرح"۔ اسے سمجھاتے ہوئے آخر میں وہ شوخ ہو گیا تھا کہ وہ ہنس دے مگر وہ سنجیدہ ہی رہی۔

"پرامس کریں آئندہ نہیں جائیں گے"۔ بھرائی ہوئی آواز میں اس نے ہاتھ مصطفٰی کے سامنے پھیلا دیا۔

"یہ پرامس کرتا ہوں کہ آئندہ جانا ہوا تو تمہیں ساتھ لیکر جاوں گا"۔ کچھ سوچتے ہوئے اس نے کہا تو سفینہ اسکے وعدے پر خوش ہو گئی تھی مگر اسکے جانے کے بعد اس کی شدت سے کمی محسوس کرتی رہتی تھی۔

پہلے کے کچھ ماہ تو گزر گئے مگر اسکے بعد پھپھو نے اسکی زندگی عذاب بنا دی۔ کبھی بانجھ پن کا طعنہ تو کبھی مصطفٰی کے امریکہ جانے کو اس سے فرار کا نام دینا۔ ہر وقت ہر طریقے سے وہ اسے زچ کرتی رہتی تھیں۔ پہلے تو مصطفٰی تھا جو بنا کہے ہی اس کے دل کی آواز سن لیتا تھا اب وہ بھی نہیں تھا۔ وہ جو کہہ کر گیا تھا کہ روز بات کریں گے وہاں جا کر ایسا الجھا کہ ہفتے میں ایک یا دو بار ہی کال کرتا تھا۔ ایک بات جو تسلی بخش تھی وہ یہ کہ وہ جب بھی اس سے بات کرتا تھا اسکی آنکھوں اور آواز میں محبت ہی محبت ہوتی تھی۔ سو پھپھو کی خرافات وہ دل سے نکال دیتی تھی۔ جب ایسا کوئی پینترا نہ چلا تو پھپھو نے تو حد ہی کر دی۔ مصطفٰی کی لڑکیوں کے ساتھ قابل اعتراض تصاویر اسے دکھائیں۔ اس پر بھی انہوں نے اسے ہی سلواتیں سنائیں کہ اسکی وجہ سے انکا بچہ نہ صرف دور تھا بلکہ بے راہروی کا شکار ہو گیا تھا۔ دل نے ان تصاویر کو سچ ماننے سے

انکار کر دیا۔ پھپھو کر بھڑکانے پر دماغ بہت سے خدشات کا شکار ہوتا مگر دل ان سب کو رد کر دیتا۔

وہ پل پل جیتی پل پل مرتی رہتی۔ اسکی صحت خراب ہو رہی تھی۔ اسکا کہیں بھی دل نہیں لگتا تھا۔ اماں سے وہ کچھ نہیں کہتی تھی کہ بیٹے کی یاد انہیں بہت ستاتی تھی۔ ایسی بات پر وہ نہ جانے کیساری ایکشن دیتیں۔ بابا کو انکی طبیعت کی وجہ سے کچھ نہ کہتی تھی۔ بس خود ہی سہتی رہتی تھی۔

New Era Magazine
www.neweramagazine.com

پچھلے ہفتے پھپھو نے اسے ایک اور اینویلپ دیا جس میں مصطفٰی اور فروا انتہائی قریب تھے۔ کچھ دن پہلے ہی پھپھو نے اسے بتایا تھا کہ فروا امریکہ گئی ہوئی تھی۔ اسکا دل پھٹنے کے قریب تھا۔ کوئی ماں کیسے اپنی بچی کی تصاویر ایسے دکھا سکتی ہے۔ اب بھی دل انکاری تھا کہ مصطفٰی صرف اسکا ہے مگر دماغ بہت کچھ سوچ رہا تھا۔

آج ایک ہفتے بعد مصطفٰی کی کال آئی تھی جو اسی نے ریسیو کی تھی۔ اسکی آواز سنتے ہی اسکی آواز بھیگ گئی۔

"کب آئیں گے؟" حال احوال پوچھنے کے بجائے اس نے سیدھا آنے کا پوچھا تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا مگر سرپرائز دینے کا سوچ کر رک گیا۔

"یار دو میٹنگز ہیں کچھ کام ہیں ہفتہ لگ جائے گا"۔

"جلدی آجائیں"۔اپنا لہجہ مضبوط بنائے وہ بولی۔

" سمجھو ناضروری۔۔۔"اسکی بات پوری ہونے سے پہلے ہی کاٹ دی گئی۔

"اس سے پہلے کہ میرا سانس بند ہو جائے پلیز واپس آجائیں"۔وہ جو ضبط کئے بیٹھی تھی اپنا ضبط کھو بیٹھی۔آنسو رواں ہو گئے تھے۔لہجہ بھیگ گیا تھا۔

"کیا ہوا ہے سفینہ سب خیریت تو ہے نا"۔ مصطفٰی پریشان ہو گیا۔

"ہیلو۔ہیلو"۔وہ بولتا رہا مگر اس نے فون بند کر دیا کہ بولنے کی ہمت نہیں تھی۔

شام کی پہلی فلائٹ سے وہ واپس آگیا۔آنا تو اس نے اگلے دن تھا مگر سفینہ کی آواز نے اسے ڈرا دیا تھا۔رات تین بجے وہ ائیر پورٹ پہ تھا۔خان بابا کو اس نے پہلے بتا دیا تھا سو وہ اسکی ہدایت کے مطابق کسی کو بغیر بتائے اسے لینے آگئے۔ساڑھے تین بجے وہ گھر پہنچ گیا تھا۔

اماں سو رہی تھیں سو اپنے کمرے میں آگیا۔کمرے کی لائٹس آف تھیں۔اس نے آہستہ سے اندر آتے ہوئے لائٹس آن کر دیں۔سفینہ کو صوفے پر بیٹھا دیکھ کر اسے پریشانی ہوئی تھی۔

لائٹس آن ہونے پر اس نے آنکھیں کھول دیں۔تب تک وہ اسکے پاس پہنچ چکا تھا۔اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔متورم آنکھوں سے وہ اسے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی خواب دیکھ رہی ہو۔

"سفینہ کیا ہوا ہے؟" وہ اسکے پاس زمین پر بیٹھ گیا۔ چند لمحے وہ اسے بے یقینی کے عالم میں دیکھتی رہی۔ سفید شرٹ اور بلیو جینز میں وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔ ایک دم وہ اس سے لپٹ گئی۔

"مجھے یقین تھا آپ ضرور آئیں گے۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ میں بلاوں اور آپ نہ آئیں۔۔۔ آپ کو تو آنا ہی تھا نا۔۔۔ میں نے تو پہلے ہی کہا تھا"۔ وہ بے ربط بول رہی تھی۔ دیوانہ وار اسے چوم رہی تھی۔ مصطفٰی اسکی اس حرکت پر حیران پریشان اسے دیکھے جا رہا تھا۔ اسے وہ کوئی دیوانی لگ رہی تھی۔ اسکے چہرے پر اذیت, تھکاوٹ, خوشی سب کے ملے جلے تاثر موجود تھے۔ وہ روتے ہوئے دوبارہ اسکے سینے سے جا لگی۔ وہ اب ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

"سفینہ کچھ تو بتاو کیا ہوا ہے؟" وہ آہستہ سے اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بولا۔

"آپ نے کہا تھا آپ مجھ سے پیار کرتے ہیں۔ اب بھی کرتے ہیں نا؟" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"بہت زیادہ"۔ مصطفٰی نے گھٹنوں کے بل بیٹھے بیٹھے زرا سا اوپر ہو کر اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے کہا۔

"آپ میرے ہیں نا؟"

"کیا ہوا ہے سفینہ بتاو مجھے؟" مصطفٰی کو اسکی حالت پر ترس آ رہا تھا۔ اسکا رویہ اسے پریشان کر رہا تھا۔

آپ صرف میرے ہیں نا؟" مصطفی سمجھ نہ سکا کہ وہ کس چیز کی تسلی چاہ رہی تھی۔

"بالکل میں صرف تمہارا ہوں"۔ اتنا سن کر وہ دوبارہ اسکے سینے میں جا چھپی۔

"میں بہت محبت کرتی ہوں آپ سے۔۔۔ آپ اب مجھے چھوڑ کر مت جایئے گا۔ پلیز میرے پاس رہیئے گا۔۔۔ میں مر جاوں گی۔ پلیز مصطفٰی۔" وہ بولے جارہی تھی۔ روئے جارہی تھی۔ مصطفٰی کی شرٹ کو مضبوطی سے تھامے وہ اسکے بانہوں کے حصار میں ہی سو گئی۔ مصطفٰی اسے بس خاموشی سے سنتا رہا تھا۔ جب اسکے سونے کا یقین ہو گیا تو اسے اٹھا کے نرمی سے بیڈ پر ڈالا۔

وہ اس پر کمفرٹر ڈال ہی رہا تھا کہ اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"مصطفٰی" ایک ہلکی سی چیخ حلق سے نکلی تھی۔

"میں یہیں ہوں۔ تمہارے پاس"۔ اسے تسلی دیتے وہ اسکے پاس بیٹھ گیا۔ "پلیز میرے پاس ہی رہیں" سفینہ نے اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا کہ کہیں وہ چلا ہی نہ جائے۔

"میں یہیں ہوں تمہارے پاس"۔ اس نے دوبارہ اپنا جملہ دوہرایا۔ ایک ہاتھ میں سفینہ کا ہاتھ تھامے دوسرے ہاتھ سے وہ اسکے بال سہلانے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ پھر سو گئی۔

صبح مصطفٰی کی آنکھ کھلی تو وہ اسکے سینے پر سر رکھے اسے ایسے تھامے سو رہی تھی جیسے کوئی بچہ اپنی ماں سے لپٹ کر سوتا ہے کہ کہیں وہ اسے چھوڑ کر نہ چلی جائے۔ وہ کافی دیر اسکے معصوم چہرے کو دیکھتا رہا۔ کل رات کے واقعے سے وہ حیران بھی تھا اور خوش بھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی کیا بات ہو سکتی ہے جس نے اسے اتنا پریشان کر دیا تھا۔ تبھی وہ کسمساتی ہوئی اٹھ گئی۔

www.neweramagazine.com

"گڈ مارننگ"۔ مصطفیٰ نے اسکے ماتھے کو چومتے ہوئے کہا تو اسکا چہرہ سرخ پڑ گیا۔"ویسے مجھے نہیں پتا تھا کہ میرے واپس آنے پر میرا اس طرح سے والہانہ استقبال کیا جائے گا"۔وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔شرم کے مارے اس نے مصطفیٰ کے سینے میں منہ چھپا لیا۔

اماں کے دروازہ ناک کرنے پر وہ ریڈی ہو کر ناشتے کے لئے آئے تھے۔اماں کو صبح خان بابا نے ہی اسکے آنے کا بتایا تھا۔اس لئے انہوں نے اسے ڈسٹرب نہ کرنے کا سوچ کر خود ناشتہ کر لیا تھا۔بارہ بجے کے قریب وہ انہیں بلا کر آئی تھیں۔اتنے دنوں بعد سفینہ کو پر سکون دیکھ کر انہوں نے بھی سکھ کا سانس لیا۔

"مصطفی جب اگلی دفعہ کہیں جاو تو اپنی بیوی کو ساتھ لیکر جانا یہ مجھے بہت تنگ کرتی ہے"۔اماں نے مصنوعی غصہ سے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا"۔وہ ہنستے ہوئے بولا۔

ناشتے کے بعد وہ اماں کے ساتھ انکے روم میں آیا تو وہ رازداری سے بولیں۔"مصطفیٰ مجھے لگتا ہے کوئی اور ہی وجہ ہے سفینہ کی پریشانی کی۔اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا مگر میں چاہتی ہوں تم اس سے پوچھو کہ ایسی کیا بات ہے جو وہ اتنا پریشان ہو گئی تھی۔

تم نے نہیں دیکھا میں نے اس کی حالت دیکھی ہے۔تم اس سے کھل کر بات کرو"۔اب اماں اسکے گزشتہ دنوں کے رویے کے بارے میں بتا رہی تھیں۔وہ نہ تو صحیح سے کچھ کھا پی رہی تھی

نہ ہی کسی سے بات کررہی تھی۔اماں سے بھی وہ کام کی بات کیا کرتی تھی۔اسکی آنکھیں سرخ رہنے لگی تھیں۔وہ بہت پریشان تھی۔وجہ کوئی نہیں جانتا تھا۔مصطفیٰ انہیں تسلی دے کر چلا گیا کہ وہ اس سے بات کرے گا۔

"یہ لیں چائے"۔وہ خود اسکے لئے چائے بنا کر لائی تھی۔مصطفیٰ نے کپ ایک طرف رکھتے ہوئے اسے بیٹھنے کا کہا۔

"مجھے تم پر مان ہے کہ تم مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتی ہو۔میں چاہتا ہوں کہ تم میرا مان قائم رکھو۔یہ بتاؤ کہ ایسی کیا بات تھی جس نے تمہیں اتنا پریشان کر دیا تھا"۔اسکے سوال پر وہ گڑ بڑا گئی۔

"وہ بات ختم ہو گئی ہے۔میں اسکے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی"۔وہ تنفر سے بولی تھی۔

"مگر میں سننا چاہتا ہوں کہ ایسا کیا ہوا تھا جو تم اتنی ڈپریس تھیں"۔وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

"چھوڑیں نا"۔اس نے ٹالنا چاہا تو مصطفیٰ نے ٹوک دیا۔

"پلیز سفینہ"۔وہ چند لمحے سوچ کر اٹھی اور الماری سے دو خاکی رنگ کے لفافے اسے تھما دیئے۔مصطفیٰ نے جیسے ہی وہ کھولے اسکے چہرے کا رنگ بدل گیا۔اسکا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"میں جانتی ہوں یہ سب غلط ہیں۔جھوٹ ہیں۔مگر میں کیا کرتی کہ دینے والا اور کوئی نہیں پھپھو تھیں۔انکی باتوں نے مجھے ڈرا دیا تھا۔میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہتی ہوں کہ میں نے

ان پر یقین نہیں کیا۔ میں بس اپنے دل کی تسلی کے لئے آپ کے منہ سے سننا چاہتی تھی کہ آپ صرف میرے ہیں۔ آپ اتنی دور تھے اس لئے میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مگر وہ بار بار مجھ سے ایسی باتیں کر رہی تھیں کہ مجھے لگا میں مر جاوں گی"۔ وہ سر جھکائے کہہ رہی تھی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

"ایسا نہیں ہے کہ مجھے آپ پر بھروسہ نہیں ہے۔ مجھے خود سے زیادہ آپ پر بھروسہ ہے۔ مگر میں کیا کرتی انکی باتوں نے میرا جینا حرام کر دیا تھا۔ میں کمزور پڑ گئی تھی۔ آپ کی کال سے پہلے انہی کی کال آئی تھی۔ اسلئے میں نے آپ کو آنے کا کہا"۔ وہ روتے ہوئے اسے بتا رہی تھی جو ہونقوں کی طرح اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اسکے ہاتھ میں اسکی اور فروا اور نہ جانے کن انگریزنیوں کی قابل اعتراض تصاویر تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ سفینہ کو فروا کی ان دنوں امریکہ میں موجودگی کا علم ہے۔ وہ اس سے کبھی ملا نہیں یہ بات صرف وہ جانتا تھا۔ وہ لڑکی یہ سب کچھ جان کر بھی اس پر شک نہیں کر رہی تھی۔ اسکی محبت پر اس کی ذات پر بھروسہ کئے اتنی تکلیف خاموشی سے سہہ رہی تھی۔ اسے اپنا آپ بہت کمتر لگا جس نے پھپھو کی باتوں میں آکر اس دن اپنا نقصان کر لیا تھا۔ وہ عمر میں اس سے بڑا تھا۔ محبت بھی اس نے سفینہ سے پہلے کی تھی مگر آج اس سے چھوٹی لڑکی اسے سکھا گئی تھی محبت صرف جذبات کی عکاسی کا نام نہیں ہے۔ محبت عزت دینے کا نام ہے۔ بھروسہ کرنے کا نام ہے۔ اس نے نم آنکھوں سے اسے اپنے اندر سمیٹ لیا۔

"تم بہت اچھی ہو سفینہ۔ میں بہت خوش قسمت ہوں جو اللہ نے مجھے تم جیسی بیوی دی۔ تمہاری محبت میں میں نے نہ تو کبھی کسی کو شریک ٹھہرایا ہے اور نہ ہی کبھی ٹھہراوں گا۔ میں صرف تم

سے محبت کرتا ہوں"۔اسے اپنے سینے سے لگائے وہ کہہ رہا تھا۔سفینہ کی آنکھیں تشکر سے بھر گئیں۔

"مصطفٰی اب آپ واپس تو نہیں جائیں گے نا؟"سفینہ نے سر اٹھا کر مصطفٰی کو دیکھا جسکی نم آنکھوں میں صرف محبت ہی محبت تھی۔اس نے نفی میں سر ہلایا تو اس نے دوبارہ اپنا سر اسکے سینے پر رکھ دیا۔

صبح وہ اٹھی تو مصطفٰی کو اپنے پہلو میں سوتے پایا۔اس نے کہنی کے بل اس پر جھکتے ہوئے اسکی پیشانی کو چھوا تو وہ اٹھ گیا۔

"مجھے لگتا ہے مجھ سے دور رہ کر میری بیوی سب کچھ سیکھ گئی ہے"۔اس نے شوخ ہوتے ہوئے کہا تو سفینہ نے سرخ ہوتا چہرہ اسکے سینے پر رکھ دیا۔وہ اسکی شرٹ کے بٹن سے کھیل رہی تھی۔ مصطفٰی کے بلانے پر اس نے آنکھیں اٹھائے بغیر ہوں کہا۔

"آئی ایم سوری۔اس دن ہمارا ایکسیڈنٹ جانتی ہو کس وجہ سے ہوا تھا؟"مصطفٰی نے ساری بات بتا کر کہا۔"اس دن مجھے بہت غصہ آگیا تھا۔میں کیا کرتا پھپھو کی باتوں کی وجہ۔۔۔"

سفینہ نے اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اسکی بات مکمل ہونے سے روک دی۔

"میں وہ سب یاد نہیں کرنا چاہتی۔اسے یاد کرنا مجھے تکلیف دیتا ہے"۔بہت ضبط کے باوجود دو آنسو لڑھک کر مصطفٰی کی شرٹ میں جزب ہوگئے۔

"آئی ایم سوری"۔مصطفٰی نے اسکا چہرہ اوپر کرتے ہوئے کہا۔

"وہ سب ہماری قسمت میں لکھا ہوا تھا"۔وہ آہستہ سے بولی۔

"شوہر کے آنے کی خوشی میں یونیورسٹی کا بائیکاٹ تو نہیں ہے آج؟"مصطفٰی نے ماحول کو ہلکا کرنے کے لئے اسے چھیڑا تو وہ مسکرا دی۔"پیپرز ہیں نیکسٹ ویک تو یہ ویک فری کر دیا ہے ٹیچرز نے"۔

"یعنی میں بھی آفس سے یہ ویک فری لے لوں"۔وہ شوخ ہوا تو سفینہ گھبرا کر بولی۔

"مصطفٰی فائنلز ہیں میرے"۔

"ٹھیک ہے کل سے پڑھ لینا آج کے چوبیس گھنٹے میرے ہیں"۔اس نے تنبیہ کرتے ہوئے کہا تو وہ مسکرا دی۔

"ایک بات پوچھوں"۔کافی دیر خاموشی کے بعد وہ بولی۔

"آپ امریکہ مجھ سے ناراض ہو کر گئے تھے؟"

"میں بھلا کیوں ناراض ہوتا"۔اس نے الٹا سوال کیا تو وہ پزل ہو گئی۔

"کیونکہ۔۔۔کیونکہ اب ہمارے پاس کوئی لٹل اینجل نہیں آسکتا"۔اس کی آواز میں موجود کرب مصطفٰی سے نہ چھپ سکا۔وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"یہ کس نے کہا تمہیں؟"لہجہ انتہائی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"کیا یہ سچ ہے؟"دل میں ہلکی سی امید لئے وہ پوچھ رہی تھی۔

"یہ بھی پھپھو نے کہا ہے تمہیں؟"اسکی خاموشی پر وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔

"کتنی تکلیفیں سہتی رہی ہو وہ بھی اکیلے ہی؟ جو کچھ انہوں نے کہا وہ سب غلط ہے۔اس حادثے کی وجہ سے کچھ ایشوز ہو گئے تھے تم بھی بہت ویک تھیں تو ڈاکٹر نے جسٹ ایک دو سال ہمیں بے بی پلین کرنے سے منع کیا تھا۔اماں جانتی ہیں یہ سب۔ میں نے ہی انہیں بتایا تھا۔انہیں میں نے منع کیا تھا کہ تمہیں کچھ نہ بتائیں۔ تم آل ریڈی اتنی تکلیف میں تھیں۔اب سب صحیح ہے۔میرا تمہاری ڈاکٹر سے رابطہ تھا۔اب تم بالکل ٹھیک ہو اور اللہ نے چاہا تو لٹل اینجل بھی آ جائے گا"۔اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھامے وہ اسے بتا رہا تھا۔سفینہ نے آنکھیں بند کر کے بھیگی پلکوں سے اللہ کا شکر ادا کیا۔

مصطفٰی کی واپسی کے تین دن بعد پھپھو آئی تھیں۔وہ سب لاونج میں بیٹھے ہی باتیں کر رہے تھے۔ان کو اندر آتا دیکھ اماں کھڑی ہو گئیں۔

"جہاں کھڑی ہو وہیں کھڑی رہو عصمت۔ خبردار جو تم نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تھا"۔

اماں کی گرجدار آواز سن کر وہ چند لمحوں کو جہاں تھیں وہیں رک گئیں۔

"کیا ہوا بھابھی جان؟"انہوں نے نا سمجھی میں پوچھا۔

"مجھ سے پوچھ رہی ہو کیا ہوا؟ میرا گھر برباد کرنے چلی تھیں اور مجھ سے پوچھ رہی ہو کیا ہوا؟"

اماں غصے سے سرخ پڑ گئی تھیں۔انکی سرخ انگارہ ہوتی آنکھیں دیکھ کر پھپھو ساکت کھڑی رہیں۔انہوں نے کب سوچا تھا کہ ایسے بھی کسی دن کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر انتہائی ڈھٹائی سے بولیں۔"کیا غلط کیا میں نے۔وہی کیا جو ہر ماں کو کرنا چاہیئے تھا۔تم نے میری بچی کی محبت

چھینی تھی میں کیسے تمہارے گھر میں خوشیاں رہنے دیتی"۔انکی ایک ایک حرف سے نفرت ٹپک رہی تھی۔

"بند کرواپنی بکواس۔کس محبت کی بات کررہی ہو۔تمہاری بیٹی کو میرے بیٹے سے نہیں اسکی دولت سے اس کے سٹیٹس سے محبت ہے۔اپنے سٹیٹس کو بدلنے کے لئے وہ نہ جانے کتنے لڑکوں سے دوستیاں رچاچکی ہے۔ان کی راتیں سجاچکی ہے۔پھر بھی کیا حاصل ہوا اسے؟ امریکہ بھی وہ کسی امیر زادے کے پیچھے ماری ماری پھر رہی ہے نا؟"اماں جو ہمیشہ سے پھپھو کا پردہ رکھتی آئی تھیں آج غصے میں انہیں آئینہ دکھارہی تھیں۔عصمت پھپھو کو یقین نہیں تھا کہ وہ فروا کی حرکتوں سے واقف ہیں۔شرمندگی نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔واپسی کے لئے قدم اٹھایا ہی تھا کہ اماں کی آواز انکی سماعتوں سے جا ٹکرائی۔

"عصمت آئندہ اس گھر کا رخ مت کرنا۔آج سے تم ہمارے اور ہم تم ماں بیٹی کے لئے مر گئے۔"پھپھو ایک ٹرانس میں باہر چلتی چلی گئیں۔مصطفیٰ نے آگے بڑھ کر اماں کو بٹھایا اور وہ جو اس انکشاف پر بت بنی کھڑی تھی اسے اماں کے لئے پانی لانے کا کہا۔

دو سال بعد۔

"ہیلو مصطفیٰ۔بیٹا سفینہ کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی ہے۔ہم اسے ہاسپٹل لے آئے ہیں۔تم بھی جلدی سے ہاسپٹل آجاو"۔

"میں آیا اماں" کہتے اس نے جلدی سے کرسی کی بیک سے اپنا کوٹ اٹھایا اور ٹیبل پر سے کیز اٹھاتا باہر نکل آیا۔ وہ جتنی جلدی ہاسپٹل پہنچنا چاہتا تھا اتنی دیر ہو رہی تھی۔ پچھلے پندرہ منٹ سے ٹریفک جام تھا۔

"یار کتنی دیر ہے؟" اس نے بیزاری سے ڈرائیور سے پوچھا۔

"سر تھوڑا وقت لگے گا"۔

"اچھا تم گاڑی لے آنا میں اتنا ویٹ نہیں کر سکتا"۔ ڈرائیور کو کہتا وہ گاڑی سے اتر گیا۔ تیز تیز قدم اٹھانے کے باوجود اسے ہاسپٹل پہنچنے میں تیس منٹ لگ گئے تھے۔

"کیا ہوا ہے اماں؟ سفینہ ٹھیک تو ہے نا"۔ وہ ہانپتا کانپتا اماں سے پوچھ رہا تھا۔ اسکا جسم پسینوں سے شرابور تھا۔ تبھی ڈاکٹر باہر نکلی اور اس نے بیٹا بیٹی کی خوشخبری سنائی۔ ساتھ میں سفینہ کے ٹھیک ہونے کی تسلی بھی دی۔ مصطفیٰ تو خوشی کے مارے ماں سے لپٹ گیا۔ اماں کی خود کی زبان پر شکر تھا۔

تھوڑی دیر بعد بچوں کو انکے حوالے کر دیا گیا۔ مصطفیٰ خوشی میں انہیں چومے جا رہا تھا اور اماں اسے روکے جا رہی تھیں کہ منہ پر پیار مت کرو مگر وہ سن کہاں رہا تھا۔

سفینہ کو روم میں لایا گیا تو وہ اندر چلا آیا۔

"کیسی ہے میری جان؟" اس نے جھک کر سفینہ کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"ٹھیک ہوں"۔ وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

New Era Magazine www.neweramagazine.com

"تھینک یو سو مچ۔مجھے اتنے اچھے گفٹس دینے کے لئے۔آئی لو یو سو مچ"۔ مصطفیٰ کے لہجے سے خوشی چھلک رہی تھی۔جواب میں وہ مسکرا دی۔وہ کمرے میں چاروں طرف دیکھ رہی تھی مگر بچوں کو کہیں بھی نہ پایا۔ مصطفیٰ سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا ڈھونڈ رہی ہے۔

"اماں کے پاس ہیں۔انہیں نہلانے دھلانے کے لئے گھر لے گئی ہیں۔پتا نہیں کیا جلدی تھی انہیں۔تمہارے بابا بھی انکے ساتھ ہی ہیں۔آذان تو وہی دیں گے نا۔ویسے ہم دونوں اکیلے ہیں یہاں کیا خیال ہے"۔آخر میں لہجے کو شوخ کرتے مصطفیٰ اسکے اوپر جھکا تبھی دروازہ ناک کر کے سسٹر روم میں چلی آئی۔ مصطفیٰ کے چہرے پر ناگوار تاثرات دیکھ کر سفینہ ہنس دی۔ مصطفیٰ نے ایک نظر ہنستی ہوئی سفینہ پر ڈال کر مسجد کا رخ کیا۔وہ اللہ کی ان بے شمار نوازشوں اور اسکی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہتا تھا۔

New Era Magazine

************ The End **************

نوٹ

حسن کو لاجواب ہونا تھا پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیاہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہوا گر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تا کہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیوایرا میگزین)